# اخبار امت

## بوسنیا کا بحران کدھر؟

مسلم سجاد

سرب ٹیلی ویژن نے اقوام متحدہ کی امن فوج کے سپاہی کے ہاتھ میں ہتھکڑی دکھائی ---- اور اخبارات و رسائل نے اس کی تصویر ساری دنیا میں دکھا دی۔ وہی اقوام متحدہ جو جارحیت کی سزا دینے کا نعرہ بلند کرتی ہوئی امریکہ کی سرپرستی میں عراق پر چڑھ دوڑی تھی' اور مژدہ سنایا گیا تھا کہ اب آنے والی نئی دنیا کے دور میں کوئی ملک کسی پر چڑھائی کی جرات نہیں کرے گا' بوسنیا کی آزاد مملکت پر سرب جارحیت کے آگے بے دست و پا ہے۔ سرب اس کی ہر ممکن تذلیل و تحقیر کر رہے ہیں۔ امریکہ' ناٹو' برطانیہ' فرانس' کوئی بھی اس کی عزت بچانے کو آگے نہیں بڑھ رہا ہے۔ ایف -۱۶ کا گرایا جانا' ۳ سو سے زائد فوجیوں کو یرغمال بنانا اور زنجیروں میں باندھ کر بمباری کے آگے انسانی ڈھال بنانا' یہ تو تازہ واقعات ہیں جو ایک عیسائی یورپین ملک میں ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی مسلمان ملک سے سرزد ہو جاتا تو دہشت گردی کے الزام میں مغربی فوجیں فوراً سزا دینے دوڑ پڑتیں۔

بوسنیا کی صورت حال تین سال گزار کر آج اس موڑ پر پہنچ گئی ہے کہ کھیل کے سب اداکاروں کے ملمع اتر گئے ہیں' اور ان کے حقیقی چہرے سامنے آ گئے ہیں۔ کھیل شروع کرنے والوں کو کھیل کے اتنے طویل عرصے تک کھنچ جانے کا (یعنی مسلمانوں کی اتنی سخت جانی کا) اندازہ نہ تھا۔ کھیل ختم ہو جاتا تو کرداروں پر لیپا پوتی کر کے اگلی مہم کو ہاتھ میں لیا جاتا۔ لیکن اس میں پھنس جانے سے سب کو سب کچھ صاف نظر آ رہا ہے۔ مغربی دنیا کے بعض روشن ضمیر اہل قلم اپنی حکومتوں کو شرم بھی دلا رہے ہیں (ان کا ضمیر کم سے کم ہمارے مسلمان حکمرانوں سے زیادہ جان دار ہے)۔

سابق یوگوسلاویہ کے خاتمے کے بعد' ہتھیاروں پر پابندی ایک ظالمانہ اور غیر منصفانہ اقدام تھا جسے آج تک برقرار رکھا گیا ہے۔ سربوں کو دنیا کی چوتھی بڑی فوج کے سب ہتھیار اور اسلحے اور

کارخانے ملے اور بوسنیا کے مسلمانوں کو بچے کھچے پر گزارا کرنا پڑا۔ اس کی وجہ کھلے عام یہ بتائی گئی کہ اگر بوسنیا کو ہتھیار دیے گئے تو جنگ طول کھینچ جائے گی (یعنی سربوں کی فتح میں دیر ہوگی)۔ اقوام متحدہ کے چارٹر اور بین الاقوامی قوانین کے تحت کوئی بھی ملک بوسنیا کی امداد کو آسکتا تھا۔ مسلم ممالک کا تو فرض تھا' لیکن اقوام متحدہ کی عائد کردہ پابندی کے احترام میں او آئی سی' نے یہ جرات نہ کی۔ اگر سب مسلم ممالک ایمبارگو توڑ کر بوسنیا کو اسلحہ پہنچاتے تو آیندہ ان کی دھمکی میں کچھ وزن پیدا ہو جاتا۔

اس صورت حال میں' جب کہ سربوں کی کھلی حمایت کرنے کے لیے روس' اور درپردہ ان کے مفادات کی تکمیل کے لیے برطانیہ' فرانس اور امریکہ مصروف تھے' بوسنیا کے مسلمانوں نے ہر طرح کے ظلم و ستم سہہ کر اور قربانیاں دے کر' اپنی آزادی کا دفاع کیا۔ ان کا ۷۰ فی صد علاقہ سربوں کے قبضے میں چلا گیا لیکن انھوں نے گھٹنے نہ ٹیکے۔ محفوظ علاقے قرار دیے جانے اور امن فوج آنے کے باوجود' سربوں کے حملے اور اقوام متحدہ کی خلاف ورزیاں بلکہ تضحیک معمولاً جاری رہیں' مگر مظلوموں کی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ ایک امن منصوبہ جس کے تحت بوسنیا کو اپنی حدود کا صرف ۵۰ فی صد ملتا ہے' مغربی دباؤ کے تحت بوسنیا کی حکومت منظور کر چکی ہے' لیکن عظیم تر سربیا کا خواب دیکھنے والے بوسنیائی سربوں کے لیڈر کراوزچ اور سربیا کے صدر میلاسووچ اسے منظور کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس لیے کہ انھیں اپنے پشتی بانوں پر اعتماد ہے کہ وہ ان کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور ان کی منہ مانگی مراد پوری کریں گے۔

یرغمالی بنائے جانے کے بعد برطانیہ اور فرانس نے اعلانات کیے کہ وہ تین ہزار مزید افواج بھیجیں گے۔ لیکن یہ بحث جاری ہے کہ کس لیے؟ سربوں کو سزا دینے کا تو تصور بھی نہیں ہے۔ بوسنیا کے محفوظ علاقوں کی حفاظت بھی مقصود نہیں۔ ظاہر ہے کہ اپنی فوجوں کو بہ حفاظت نکال لے جانے کے لیے یہ فوج تیار ہو رہی ہے۔ اور اب تو اقوام متحدہ کی فوج کو ہر جوابی کارروائی سے روک دیا گیا ہے۔ چنانچہ کھانا پہنچانے جو آئے تھے' ان کو سرائیوو کے محصور مسلمان جان پر کھیل کے کھانا پہنچا رہے ہیں۔ حفاظت کرنے جو آئے تھے' ان کی اپنی حفاظت کا مسئلہ ہے۔

امریکہ جس نے اب تک کوئی فوجی امن فوج میں نہیں دیا ہے' ایف۔۱۶ کے گرائے جانے کے بعد وہ اپنے پائلٹ کے تحفظ کے لیے پریشان ہے۔ صومالیہ کے ڈراؤنے خواب نظر آ رہے ہیں۔ سربوں کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ اب ناٹو کے جہاز بمباری کرنے نہیں آئیں گے۔ جہاز گرائے جانے پر صدر کلنٹن نے بہت ملفوف الفاظ میں فوج بھیجنے کا ذکر کیا تو خود امریکہ میں شور مچ گیا' ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر تقریباً اسے واپس لے لیا گیا۔ ڈپٹی سکریٹری آف اسٹیٹ نے خفیہ طور پر پیرس پہنچ کر ناٹو کے ممالک کو بتایا کہ کہیں وہ واقعی امریکی فوج کی شرکت کی توقع نہ کر لیں۔ امریکہ کی یقین دہانی بس اتنی ہے کہ امن

فوج کی واپسی پر تحفظ فراہم کرنے کے لیے اپنی افواج مہیا کرے گا۔

اب تو دو حل نظر آ رہے ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور ایمبارگو ہٹا دیا جائے۔ مسلمانوں کا قتل عام ہو گا تو کوئی بات نہیں۔ مگر یہ اندیشہ قدم روک رہا ہے کہ کہیں بازی پلٹ نہ جائے اور بوسنیا کے مسلمان غالب نہ آ جائیں۔ دوسرا یہ کہ سربیا کے صدر صاحب کے آگے ہاتھ پاؤں جوڑے جائیں کہ وہ بوسنیا کی حدود کو تسلیم کریں' یرغمالی واپس دلوا دیں' اپنے شاگرد کرادزچ سے منصوبہ امن منظور کروا دیں اس کے صلے میں سربیا پر عائد اقتصادی پابندیاں اٹھا لی جائیں۔ بوسنیا کے صدر عزت بیگووچ نے یہی کہا ہے کہ یرغمالی اس لیے بنائے گئے ہیں کہ ان کو چھوڑنے کے عوض اقتصادی پابندیاں ہٹالی جائیں۔

مغرب کا بڑا دعویٰ ہے کہ اس کی سیاست میں مذہب کا دخل نہیں ہے' اس کی تہذیب نے انسان کو بحیثیت انسان وقعت اور وقار دیا ہے۔ چند لمحات کے لیے یہ تصور کریں کہ سرب مسلمان ہوتے اور بوسنیا کے شہری عیسائی' تو بوسنیا کے مسئلہ کی شکل کیا ہوتی! اقوام متحدہ کا کردار کیا ہوتا' برطانیہ اور فرانس کے سفارت کار کیا معاہدہ کرواتے' رابطہ گروپ کی کیا کارکردگی ہوتی۔ پھر تو یقیناً جارح کو سزا دی جاتی اور اخلاقی اصولوں کی برتری ثابت کی جاتی۔

ایک مغربی نامہ نگار کے الفاظ میں: سرائیوو کی پہاڑیوں پر بیٹھا سرب فوجی شہر کی گلیوں میں ادھر سے ادھر جانے والوں کو جب شکار کرتا ہے تو وہ انھیں ترک کہتا ہے' اور سمجھتا ہے کہ یہ ۱۵۲۹ ہے' اور وہ وی آنا کے دروازوں پر سلیمان اعظم کو روک رہا ہے (نیوز ویک' ۱۲ جون ص ۳۲)۔ سرب فوجی ہی نہیں' سب مغربی طاقتوں کا یہی نقطہ نظر محسوس ہوتا ہے۔ تجزیہ نگار کہہ رہے ہیں کہ مغربی طاقتوں میں سیاسی عزم نہیں ہے' سرب سنجیدہ ہیں' ناٹو سنجیدہ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ یہ طاقتیں ناسمجھ اور سادہ لوح تو نہیں۔ سب سوچی سمجھی پالیسی ہے۔ یورپ کے قلب میں آزاد مسلم مملکت کا وجود گوارا نہیں ہے۔

یہی بوسنیا کے مسئلہ کی حقیقت اور کلید ہے۔ اس کا ادراک احیاے اسلام کی قوتوں کو تو ہے جن کی جہادی تنظیموں نے بوسنیا کی ممکنہ امداد کی ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ مسلم ممالک کے حکمرانوں نے' جن کے ہاتھوں میں امت کے ذرائع وسائل ہیں' مصلحتوں اور مفادات سے اپنے ہاتھ پاؤں باندھ لیے ہیں بلکہ زبانیں بھی سی لی ہیں۔ انھوں نے یہ مسئلہ مغرب کے حوالے کر دیا ہے۔ اگر وہ مثبت کردار ادا کرتے' اپنا وزن' حکمت کے ساتھ' استعمال کرتے' تو شاید افواج بھیجنے کی نوبت نہ آتی' اور بوسنیا کا مسئلہ اتنی خون ریزی کے بغیر کسی شکل میں حل ہو جاتا۔

بوسنیا میں اقوام متحدہ' ناٹو' مغربی اور مسلم ممالک کے کردار نے چیچنیا کے مسئلے پر روس کی کھلی

حوصلہ افزائی کی ہے۔اسے اطمینان ہے کہ وہ کچھ بھی ظلم کرلے 'مسلمان حکومتیں آواز تک نہیں اٹھائیں گی' اور مغربی دنیا تو مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے میں شریک و حلیف ہے ہی۔ (چیچنیا میں بھی یہی شکایت ہے کہ اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے)۔بھارت کو اطمینان ملا ہے (اگر کچھ کم تھا) کہ وہ کشمیر میں کچھ بھی کرلے' انسانی حقوق کے علمبردار عملاً کچھ نہیں کریں گے۔اسرائیل کو تو پہلے ہی سے اندازہ ہے۔

افسوس ہے تو مسلمان حکمرانوں پر۔وہ جس امریکہ کے آگے ہاتھ باندھے رہتے ہیں' وہ کسی اعلیٰ مقصد کے لیے اپنے ایک فوجی کی جان کا نقصان برداشت نہیں کرسکتا۔اس کی قوت کی حقیقت دام ہے۔ امت کی بدنصیبی ہے کہ یہ حکمراں اپنی تقدیر اپنے ہاتھ میں لینے کے بجائے 'اس کمزور دشمن کے دباؤ کا شکار ہیں۔اور اس حد تک ہیں کہ اس کے مفادات پورا کرنے کے لیے ملک اور قوم و ملت کے مفادات داؤ پر لگانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

حالانکہ ۸' ۱۰ بڑے ممالک ہی عزم اور ارادہ کے ساتھ اقدامات کریں تو مسلمانوں کو عزت و وقار نصیب ہوسکتا ہے اور ان کا خون اتنا ارزاں نہ رہے۔مغرب کے عیسائی ممالک مستقبل کے حوالے سے غوروفکر کر کے حکمت عملی' غلط یا صحیح' اپنا رہے ہیں۔امت مسلمہ کے حکمرانوں اور راہ نماؤں کو مسلمانوں کے مستقبل کے حوالے سے حکمت عملی اختیار کرنا چاہیے۔اگر حکمران مغرب کے تابع اور آلہ کار ہیں تو انھیں تبدیل کرنے کے لیے مسلمان عوام کو آگے آنا چاہیے۔

## ملائیشیا ---- مستقبل کے امکانات

حافظ محمد ادریس

ملائیشیا کی پارلیمنٹ کے حالیہ انتخابات (اپریل ۹۵) میں وزیراعظم مہاثر محمد اور ان کی پارٹی امنو (UMNO) 'یعنی یونائیٹڈ مالے نیشنل آرگنائزیشن نے نیشنل فرنٹ بنا کر' ۱۹۲ کے ہاؤس میں ۱۶۲ سیٹیں جیت لیں اور شاندار کامیابی حاصل کی' جبکہ سابقہ پارلیمنٹ میں ان کے پاس ۱۸۰ میں سے ۱۲۷ نشستیں تھیں۔ادھر' اپوزیشن کی سیٹیں ۵۳ کے مقابلے میں ۳۰ رہ گئی ہیں۔امنو کے ووٹوں کی تعداد ۵۳ سے بڑھ کر ۶۳ فیصد ہوگئی ہے' اور سیٹوں کی تعداد ۷۱ سے بڑھ کر ۸۴ فی صد۔

ملائیشیا کے انتخابات اس لیے اہم ہیں کہ جنوب مشرقی ایشیا میں واقع یہ ملک ایشیا اور اسلامی ممالک میں ایک منفرد مقام کا حامل ہے۔اس میں شروع سے آج تک جمہوری حکومت قائم ہے۔اسے یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ برادر اسلامی ممالک میں یہی واحد ملک ہے جو صنعت و معیشت کے میدان میں ترقی یافتہ ممالک کا مقابلہ کرسکتا ہے۔باقی چند مسلم ممالک محض پیٹرو ڈالرز کی وجہ سے بہتر معاشی